خطبہ جمعہ

میں کامل یقین سے کہتا ہوں کہ انشاء اللہ، انشاء اللہ یہ سال ختم ہونے سے پہلے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک ہی سال میں جماعت احمدیہ میں ایک کروڑ احمدی داخل ہو چکے ہونگے

ہر جگہ ہماری دعائیں ہماری تائید کر رہی ہیں اور ہماری فتح دلوں کی فتح ہے

جو خدا کے لئے، خدا کے دین کی خاطر دعائیں مانگتا ہے اس کی دعائیں معمولی دعائیں نہیں ہوا کرتیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۶ / مارچ ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۶ / امان ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . اُوْلٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾۔(سورۃ الحُجرات آیت ۱۶)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کبھی شک نہیں کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی بنیادی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ ایمان لائے اور پھر کبھی شک نہیں کیا۔ اس مضمون کا اگلے مضمون سے ایک گہرا تعلق ہے۔ مومن تو بہت سے ہوتے ہیں شک میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں، ٹھیک بھی ہو جاتے ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ کا اصل معنی یہ ہے کہ اصل مومن تو وہ ہیں، سچے اور کامل مومن تو وہ ہیں جو ایمان لے آئے اور پھر اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد کبھی شک میں مبتلا نہیں ہوئے۔

ایسے لوگ جب کبھی شک میں مبتلا نہیں ہوئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انہوں نے اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا کیونکہ شک کرنے والا جہاد نہیں کر سکتا۔ جب بھی شک میں یا تردّد میں مبتلا ہوگا اسی حد تک جہاد کی صلاحیت جاتی رہے گی۔ دیکھو قرآن کریم کتنا فصیح و بلیغ کلام ہے اور آیتیں ایک دوسرے سے گہرا رابطہ رکھتی ہیں اور اسی مضمون کو آگے بڑھاتی ہیں جس سے آغاز کیا گیا ہو۔ اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْن خدا کے نزدیک یہی سچے لوگ ہیں۔ باقی دنیا تو جھوٹوں سے بھری پڑی ہے اگر سچے تلاش کرنے ہوں تو یہی ہیں جو اللہ کی نگاہ میں سچے ہیں۔ پس **تمام جماعت کو اس آیت کے حوالے سے میرا یہی پیغام ہے کہ سچوں میں داخل ہوجائیں۔ موت آئے تو مَعَ الصّٰدِقِيْن آئے، سچوں کے ساتھ آئے۔ یہی زندگی کا منتہیٰ ہے، یہی زندگی کا کمال ہے**۔ واپس تو سب نے جانا ہی جانا ہے۔ جو اس وقت یہاں بیٹھے یا دور بیٹھے مجھے سن رہے ہیں شاذ ہی کوئی ہو جو ایک سو سال کے بعد زندہ رہے۔ پس جب لوٹنا سب نے ہے، ہمیشگی کا گھر بھی وہی ہے جو آخرت کا ہے تو پھر شک میں مبتلا ہو کر جانوں اور مالوں سے خدا کی راہ میں جہاد نہ کرنا بہت بڑی بیوقوفی ہوگی کیونکہ آنکھ پھر وہاں کھلنی ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ جب وہاں آنکھ کھلے تو پھر انسان سوچے گا کہ جو موقع تھا خدمت کا وہ تو گنوا دیا، خالی ہاتھ آیا ہوں۔

پس یہ باتیں ایسی ہیں جو تفصیل سے غور طلب ہیں ان پر لوگ غور نہیں کرتے حالانکہ سب سے زیادہ ضروری باتیں ہیں۔ غور اس لئے نہیں کرتے کہ موت سب کو بھولی ہوتی ہے۔ موت جو سب سے زیادہ یقینی چیز ہے وہ سب سے زیادہ بھولی ہوئی ہے اور ناممکن ہے کہ انسان موت پر نظر رکھتا ہو اور اسے انجام کا نہ پتہ ہو۔ کتنے بڑے بڑے دنیا میں بادشاہ آئے اور گزر گئے، کتنے بڑے بڑے جابر پیدا ہوئے اور نکل گئے کوئی ان میں سے باقی نہیں رہا سب موت کا شکار ہو گئے اور اگر موت ان کو یاد رہتی تو ناممکن تھا کہ وہ عمل کرتے جو اس دنیا میں کرتے رہے۔

پس اس آیت کریمہ کے حوالے سے میں کچھ مضمون بیان کرنے لگا ہوں اور اس کا ایک گہرا رابطہ دعا سے بھی ہے اور ہمارے دنیا کے سارے کام سنورنے کا بھی اس سے تعلق ہے اور دعا سے بھی تعلق ہے۔ پس ایک انسان جو جہاد میں مصروف ہو جاتا ہے وہ بظاہر دعا نہیں بھی کرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیں خوشخبری دیتے ہیں کہ اس کے کاموں کی ذمہ داری خدا اور اس کے فرشتوں کے سپرد ہو جاتی ہے۔ اس کے دنیاوی کام ہوں، دینی کام ہوں سارے گو بظاہر لفظوں میں دعا بن کر دل سے نہیں اٹھتے لیکن مصروف اللہ کے کاموں میں ہے تو اللہ اس کے کاموں میں کیوں نہ مصروف ہو۔ اللہ اور اس کے فرشتے اس کے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اس کے کام کرتے چلے جاتے ہیں اس کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ کیسے کیسے کام ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی زندگی کے حالات جو میں آج کل رجسٹر سے پڑھ رہا ہوں حیرت ہوتی ہے ان کو دیکھ کر کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشاق دین کے کاموں میں مصروف ہوا کرتے تھے اور کس طرح پیچھے ان کے کام خدا خود بخود چلاتا رہتا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کس طرح ان کے کام ہو جائیں گے لیکن جب گھروں میں لوٹتے تھے تو جو فکریں پیچھے چھوڑ کے گئے تھے ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا دنیا میں۔ یہ بکثرت ہوا ہے۔ اس کثرت سے کہ شاید ہی آج کوئی احمدی خاندان ہو جس کے آباؤ اجداد کی زندگی میں یہ سبق نہ مل گیا ہو۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سے افراد یعنی جماعت احمدیہ کے بہت سے خاندان اپنے آباؤ اجداد کے حالات ہی بھول بیٹھے ہیں یا بھلا بیٹھے ہیں اور اگر وہ ان کی طرف توجہ کریں تو مجھے یقین ہے کہ جماعت میں اخلاص کی ایک نئی لہر دوڑ پڑے گی۔ اس لئے میرا یہ خیال ہے کہ جب میں سارے رجسٹر مکمل طور پر پڑھ لوں گا اور اب میرے دو تین صرف باقی رہ گئے ہیں، اب تک جو پڑھ چکا ہوں پانچ ہزار صفحے کے رجسٹر پڑھ چکا ہوں اور ابھی بہت سے باقی ہیں یعنی بہت پڑھنے والا مضمون باقی ہے۔ تو جب سب پڑھ لوں گا تو اس کو جماعت وار یا خاندان وار تقسیم کروں گا۔ خاندان وار کرنا چاہئے اور پھر ان خاندانوں کے حالات کے متعلق ان کے جو لوگ بڑے ہیں ان سے رابطہ کروں گا، ان کو بتاؤں گا کہ یہ تمہاری باتیں ہیں، تمہارے آباؤ اجداد ایسے تھے۔ یہ یہ قربانیاں کی تھیں آج جو تم پھل کھا رہے ہو یہ انہی کی محنتوں کا پھل کھا رہے ہو اور پھر وہ ذمہ دار ہو جائیں اپنی اپنی کمیٹیاں بنا کر، اپنے خاندان والوں کو جہاں کہیں بھی وہ دنیا میں پھیلے ہوں ان سب کو وہ اپنی خاندانی روایات بتائیں اور ان کے دل میں نیکی کے کچوکے دیں شاید پرانے ذکر سے کوئی رگ تازہ ہو جائے اور دل میں دوبارہ خدمت دین کی لگن لگ جائے۔

پس یہ وہ پروگرام ہے جس کے تحت میں انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کام کرنے والا ہوں اور اس آیت کریمہ میں جو میں نے حوالہ دیا ہے جو دراصل اسی لئے دیا ہے اس میں یہی مضمون بیان ہوا ہے اللہ کے کاموں میں لگ جاؤ تردّد نہ کرو، یقین کرو کہ تمہیں آخر وہیں جانا ہے اور جتنا تمہیں یقین ہوگا خدا اور اس کے رسول کی سچائی پر اسی قدر تم اس قابل ہو گے کہ خدا کی راہ میں اپنی جان اور مالوں سے جہاد کرو گے اور پھر اللہ یہ فرمائے گا اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْن دیکھو دیکھو یہ میرے صادق بندے ہیں۔ اگر سچے بندے دیکھنے ہوں ان کو دیکھو ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اب میں چند احادیث آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔

اس ضمن میں میں یہ بھی اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ ضروری نہیں کہ ہر خطبہ ایک گھنٹے کا ہو۔ یونہی خیال بیٹھ گیا ہے۔ ضروری یہ ہے کہ تکلف نہ ہو۔ اگر مضمون گھنٹے سے زیادہ کا ہے دو تین خطبوں پہ بھی پھیل جاتا رہا ہے تو میں اسی طرح اس کو آگے بڑھاتا رہا ہوں اور اگر کوئی مضمون کسی موقع اور محل کے مطابق

تھوڑا ہو تو اس تھوڑے کو بھی جماعت کو بہت سمجھنا چاہئے کہ بعض دفعہ تھوڑی باتیں بہت زیادہ اثر کر جاتی ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سے لازم نہیں ہے کہ میں ضرور خطبے کو ایک گھنٹے تک کھینچوں یا خلا پر کرنے کے لئے بیچ میں اور باتیں بھروں اگرچہ متعلق باتیں ہی ہوں لیکن اس خیال سے کہ گھنٹہ ضرور گزارنا ہے خلا پورے کرنے کے لئے باتیں بھروں یہ درست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ طریق نہیں تھا۔ آپ بعض دفعہ تھوڑا سا خطبہ دے کر ممبر سے اتر جایا کرتے تھے۔ جو بات کہنی ہوتی تھی وہ کہہ دی اور ختم کر دی اور بعض دفعہ کئی کئی گھنٹے کا خطبہ ہوتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا بھی یہی دستور تھا اور اگرچہ حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات اکثر لمبے ہوتے تھے مگر وہ چھوٹے چھوٹے بھی میں نے سنے ہوئے ہیں، بہت مختصر خطبے بھی ہوا کرتے تھے۔ اس لئے میں سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے یہی طریق اختیار کروں گا۔ اگر بات لمبی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں مگر تکلف سے نہیں ہو گی۔ اگر بات چھوٹی رہ جائے تب بھی کوئی حرج نہیں مگر اس میں تکلف نہیں ہونا چاہئے۔ اب احادیث نبویہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ یَارَسُولَ اللّٰہ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ کہ اے اللہ کے رسول کون شخص ہم میں سب سے زیادہ بہتر ہے یا لوگوں میں سے کون سب سے بہتر ہے۔ فرمایا وہ شخص جو اپنے نفس کے ذریعے اور اپنے مال کے ذریعے جہاد کرتا ہے اور وہ شخص جو کسی وادی میں مقیم ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الرقاق)

اب جہاد فی سبیل اللہ کی دو صورتیں، دو انتہاؤں کی صورت میں پیش فرمائی ہیں کہ ایک وہ شخص ہے جو اپنا جان و مال خدا کی راہ میں پیش کرتے ہوئے خدا کی خاطر نکلتا ہے اور جو شخص ایسا نہ کر سکے وہ وادی میں مقیم ہو کر عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ **پس بنی نوع انسان کو شر سے محفوظ رکھنا بھی ایک بہت بڑی نیکی ہے اور یہ بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔** پس وہ لوگ جو باہر نہیں نکل سکتے وہ عبادت میں مصروف رہیں اور یہ خیال رکھیں کہ گھر میں آنے والوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھیں اور اگر وہ گھروں میں جا سکتے ہوں یعنی بستر میں نہ لیٹے ہوں تو پھر جہاں جائیں وہاں خیر کا پیغام لے کر جائیں اور اپنے شر سے بنی نوع انسان کو بچائیں۔

ایک اور حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومنوں کی دنیا میں تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی قسم کے شک میں مبتلا نہ ہوئے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور نفوس سے جہاد کیا اور دوسری وہ جن کو لوگ اپنے اموال اور نفوس کا امین بناتے ہیں اور تیسری قسم کا مومن وہ ہے جو کوئی طمع یا لالچ اس کے سامنے آ جائے تو وہ محض اللہ کی خاطر اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل باقی مسند المکثرین من الصحابة)

اب یہ حدیث پہلے حصے میں تو پہلی حدیث سے ملتی ہے لیکن باقی دو باتیں اس کے علاوہ ہیں۔ پہلا مضمون تو یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کبھی شک میں مبتلا نہ ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جن کو لوگ اپنے اموال اور نفوس کا امین بناتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ **دیانتداری کو غیر معمولی اہمیت ہے اگر دیانتداری اٹھ جائے تو سب نیکیاں دنیا سے اٹھ جاتی ہیں۔** تو جن کو لوگ امین بناتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اندر وہ صفات دیکھتے ہیں کہ اللہ بھی ایسے لوگوں کو امین بنائے گا۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے امین کہلانے کے لئے نبوت کا انتظار تو نہیں کیا تھا۔ نبوت آپؐ کے گھر آئی تھی اس لئے کہ آپ امین تھے۔ سارے مکہ، سارے عرب میں بطور امین مشہور تھے۔ جب آیا کرتے تھے تو کہتے تھے امین آ گیا، امین آ گیا۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کو لوگ اپنا امین بناتے ہیں اور امین دو طریق سے بنا سکتے ہیں فیصلوں میں امین بناتے ہیں اور مال و دولت، روپیہ پیسہ رکھ کر امین بناتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں وہ جہاد کرنے والا ہے اور یہی جہاد ہے جو نبوت پر بھی منتج ہو جایا کرتا ہے۔ تیسری قسم کا مومن وہ ہے کہ جب کوئی طمع یا لالچ اُس کے سامنے آ جائے تو وہ محض اللہ کی خاطر اسے چھوڑ دیتا ہے۔ انسان آزمایا جاتا ہے لالچ اور طمع سے۔ بعض لوگ بے چارے موقع ہی نہیں پاتے کہ کسی کا مال ہڑپ کر سکیں یا ناجائز مال کھا سکیں یا غلط نگاہیں ڈال سکیں تو ان بے چاروں کا تو نہ امتحان ہوتا ہے نہ پتہ لگ سکتا ہے وہ کیسے ہیں۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ایسا شخص ابتلا میں ہو اور اللہ کی خاطر اس حرص کو ترک کر دے وہ سچا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی جزا پائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مشرکوں سے اپنے اموال اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔ (ابو داؤد کتاب الجهاد باب کراهية ترك الغزو)

اب مشرکوں کو ڈھونڈنے کے لئے پاکستان سے ہندوستان جانے کی ضرورت نہیں ہے جہاں مشرکوں کا غلبہ ہے۔ پاکستان کی گلی گلی میں شرک ہو رہا ہے اور یہی شرک دنیا میں ہر جگہ بھر گیا ہے۔ آج کل حج کا زمانہ ہے اور ضمناً مجھے یاد آیا کہ وہاں سے ٹیلیفون پر تمام احمدی حج کرنے والوں نے پیغام بھیجا ہے۔ آپ سب کو سلام اور آپ کی معرفت سب دنیا کو سلام اور یہ اطلاع بھی دی ہے کہ ہم آپ کے لئے دعائیں کریں گے، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہاں بھی تو شرک ہو رہا ہے جہاں وہ گئے ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جو نبی کی قبر کو بھی سجدہ کرتے ہیں اور مکہ میں خانۂ کعبہ میں بجائے خدا کو سجدہ کرنے کے اپنے اپنے دلوں میں جو بُت بنائے ہوئے ہیں ان کو سجدے کر رہے ہوتے ہیں اور وہم ہے کہ ہم نے محض دیکھ لیا اور کامیاب ہو گئے۔ جیسا شرک گھر سے لے کر چلتے ہیں ویسا ہی شرک لے کر واپس پہنچ جایا کرتے ہیں۔ تو شرک کی تو کوئی اتھاہ نہیں، کوئی انتہاء نہیں ہے، ساری دنیا شرک سے بھر گئی ہے اور چونکہ دنیا شرک سے بھر گئی ہے اس لئے عملاً خدا کی راجدھانی دنیا سے اٹھ چکی ہے۔ پس جیسا کہ خدا آسمان میں ہے ویسا ہی زمین میں بھی ہو اس کی حکمرانی ہو، مسیح کا جو قول ہے یہی معنے رکھتا ہے۔ کاش ایسا ہو کہ اس زمین پر دوبارہ خدا کی حکمرانی ہو۔ خدا کی حکمرانی نہ ہونے کے نتیجے میں سارے بنی نوع انسان تکلیف میں مبتلا ہیں۔ پس اس موقع پر خصوصیت سے یہ دعا کرتے رہیں۔

"اور مشرکوں سے اپنے مال اور اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو"۔ صرف دعا کافی نہیں ہے۔ دعا میں خلوص کا ثبوت یہ ہے کہ جو کچھ آپ خدا سے مانگتے ہیں خدا کی دی ہوئی توفیق کے مطابق وہ کر کے بھی دکھاتے ہیں۔ پس ارد گرد شرک کے خلاف جہاد کریں، ہر قسم کے ظاہری اور مخفی شرک کے خلاف اور اس جہاد کے دوران اللہ تعالیٰ سے توقع رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جہاد کو کامیاب فرمائے گا اور بنی نوع انسان کو شرک کی ناپاکی سے، اس کی نجاست سے نجات بخشے گا۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جنگ یا جنگ کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ لفظ جنگ استعمال ہوا ہے لیکن عربی میں جو جنگ کرنے والے ہیں وہ چونکہ مجسم جنگ ہوتے ہیں اس لئے جنگ کرنے والا ترجمہ بھی اس کا درست ہے تو اس موقع کی مناسبت سے میں نے جنگ کرنے والے کا ترجمہ اختیار کیا ہے۔ جنگ کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں پس وہ جس نے اللہ کی رضا چاہی اور امام کی اطاعت کی اور اچھا مال خرچ کیا اور ساتھی سے نرمی سے پیش آیا اور فساد سے بچتا رہا۔ اب یہ ساری شرطیں ایسی ہیں جو انسانی زندگی کو پاک و طیب بنانے والی ہیں اور ایسا شخص ہر دوسرے انسان کے لئے نرم گوشے رکھتا ہے۔ جن کا شرک دور کرنے کی کوشش کرتا ہے ان کے لئے بھی دل میں نرمی رکھتا ہے، گفتگو میں نرمی رکھتا ہے، اپنے ماحول اور گرد و پیش میں ساتھیوں کے لئے بھی نرم گوشے رکھتا ہے اور اس پہلو سے اللہ تعالیٰ اس کی باتوں میں تاثیر بھر دیتا ہے جو کہتے ہیں اس کے دل پر اثر ہوتا ہے۔

پھر فرمایا "اللہ کی رضا چاہی اور امام کی اطاعت کی"۔ اب حدیث میں یہ لفظ نہیں آئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کی جس نے اللہ اور رسول کو اپنا امام بنا لیا خدا اور رسول پر ایمان لے آیا وہ اطاعت تو لازم ہو گئی اس کے بعد دوسرا درجہ فرمایا ہے کہ **جو بھی تمہارا امام ہو جس وقت بھی ہو اس کی اطاعت لازم ہے اس کے بغیر تم جماعت سے نہیں باندھے جا سکتے۔** اور اچھا مال خرچ کیا۔ اپنے اموال میں سے جو اچھا پاکیزہ ستھرا مال ہو وہ خدا کی راہ میں دو، "اور ساتھی سے نرمی سے پیش آیا"۔ مثلاً جماعت احمدیہ میں خدمت کرنے والے ہیں تو **بعض لوگ اپنے ساتھیوں سے ذرا سختی سے پیش آتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ ان کو اکٹھا باندھ کر جماعت کی صورت میں جہاد کے اوپر نکالنا لازم کرتا ہے کہ آپ ان سے نرمی سے پیش آئیں تاکہ وہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں اور پوری جماعت جہاد میں مصروف ہو۔** پس اس پہلو سے دوسری بات یہ فرمائی "اور ساتھی سے نرمی سے پیش آیا"۔

"اور فساد سے بچتا رہا"۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو دلآزاری کا موجب بنتی ہیں اور فساد کا موجب بن جایا کرتی ہیں تو جب بھی کوئی ایسی بات ذہن میں آئے چاہے دوسرے کی غلطی سے ہو اس وقت اپنی زبان پر قابو رکھنا ضروری ہے اور سوچ کر ایسے طریق سے انسان بات کرے کہ اس سے فساد نہ بڑھے بلکہ اس کی بجائے امن پھیلے۔ مقصد تو ایک ہی ہے۔ فساد نہ ہو تو امن پھیلتا ہے مگر کہنے کے طریق مختلف ہوتے ہیں۔ "اور اس کا سونا اور اس کا جاگنا سب کا سب ثواب ہے"۔ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اس مرتبے کو حاصل کرتا ہے کہ اس کا سونا اور اس کا جاگنا دونوں ہی ثواب بن جاتے ہیں۔ اس سے سمجھ آتی ہے کہ کن معنوں میں جو خدا کے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے اللہ اس کے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے۔ انسان تو خدا کے کاموں میں ہوش کے وقت مصروف رہتا ہے لیکن اس کا سونا بھی تو مجبوری سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مجبوری سے درگزر کرتے ہوئے جب وہ سوتا ہے تو اس کے لئے جاگتا بھی ہے۔ تو ایک انسان اپنے کام کتنے سمیٹ سکتا ہے آخر اسے نیند آئے گی اور نیند کے وقت اپنے دشمن سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتا یا اپنے دنیا کے کام جاری نہیں رکھ سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس قسم کا مومن میں بیان کر رہا ہوں ویسے مومن بن جاؤ تو سوتے میں بھی تمہارے کام خدا کرے گا اور جاگتے میں بھی تمہارے کام خدا ہی کرے گا۔

پھر اس کے مقابل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک اور شخص کی مثال پیش فرمائی اور وہ یہ ہے۔ وہ جس نے فخر اور نام ونمود اور ریاء کی خاطر جنگ کی یعنی دنیا کو دکھانے کے لئے اپنا غلبہ حاصل کرنے کے لئے اور دنیا پر جبر اور تعدی کی خاطر۔ کئی قسم کی جنگ کی وجوہات کی ہو سکتی ہیں۔ یہ ساری باتیں جہاد فی سبیل اللہ سے اس شخص کی جنگ کو الگ کر دیتی ہیں۔**آج کل دنیا میں جتنی جنگیں ہو رہی ہیں سب نفس کی جنگیں ہیں کوئی بھی جہا د فی سبیل اللہ نہیں ہے** ۔ فرمایا اور اس کے ساتھ یہ شرط لگائی۔ "اور امام کی نافرمانی کی"۔ دیکھیں کتنا پُر حکمت کلام ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ سارے لوگ جب خدا کی طرف سے کوئی مقرر کردہ امام موجود ہو اس کی نافرمانی کرتے ہیں تو ان باتوں میں پڑتے ہیں یعنی ایک ہی چیز کے دو نام بن جاتے ہیں۔

پہلے جہاد کو امام کی اطاعت کے ساتھ وابستہ فرمادیا پھر دنیا والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ وہ لوگ ہیں جو امام کی اطاعت نہیں کیا کرتے" امام کی اطاعت سے باہر ہوتے ہیں۔ پھر جو من مانی آئے کرتے چلے جاتے ہیں کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں، کوئی ضابطہ حیات باقی نہیں رہتا۔ فرمایا تو وہ کوئی اجر یا ثواب لے کر واپس نہیں لوٹے گا۔(ابو داؤد کتاب الجہاد باب فیمن یغزو یلتمس الدنیا) یعنی اس کو اپنے گناہوں کی پاداش میں سزا تو ملے گی لیکن اس کی ساری زندگی اجر اور ثواب کے لحاظ سے محروم اور خالی ہو جائے گی۔ جب خدا کے حضور واپس جائے گا تو کچھ پیش نہیں کر سکے گا لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اکثر لوگ غفلت کا شکار رہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات اس تعلق میں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ۲۱/اپریل ۱۸۹۹ء کو آپ نے فرمایا مگر ۱۶/جون ۱۸۹۹ء کے الحکم کے پرچے میں یہ بات شائع ہوئی ہے۔ "بعض لوگوں کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ ان کو ایسے اسباب پیش آجاتے ہیں مثلاً ملازمت یا کوئی اور وجہ کہ ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ ظلمانی حالت میں گزرتا ہے۔ نہ پابندیٔ نماز کی طرف توجہ کرتے ہیں نہ قال اللہ اور قال الرسول سننے کا موقع ملتا ہے"۔ قال اللہ اور قال الرسول کا مطلب ہے اللہ نے کیا کہا اور رسول نے کیا کہا۔ "کتاب اللہ پر غور کرنے کا ان کو خیال تک بھی نہیں آتا۔ ایسی صورت میں جب ایک زمانہ ظلمت" یعنی تاریکی اور اندھیرے "کا گزر جاوے تو یہ خیالات راسخ ہو کر طبیعت ثانیہ کا رنگ پکڑ جاتے ہیں"۔

ایک انسان اسی طرح خدا سے غافل رہے تو رفتہ رفتہ اس کی گویا فطرت ثانیہ بن جاتی ہے کہ دنیا میں ڈوبے رہو، خدا سے غافل ہو جاؤ۔ کیا اس کا بھی کوئی علاج ہے۔ ایسے لوگ ہیں کہ عمر گنوا بیٹھتے ہیں۔ فرماتے ہیں "**غفلت اور سستی کا بہترین علاج استغفار ہے** "۔ استغفار اس کا بہترین علاج ہے یہ درست ہے۔ لیکن استغفار شروع کون کرے گا جس کو خیال ہی نہیں آتا۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے جماعت کے باقی افراد کو ایسے لوگوں کے لئے دعا کرنی چاہئے اور وہ یہ دعا کریں کہ اللہ ہمارے ایسے بھائیوں کو استغفار کی توفیق بخش۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم دردِ دل سے اپنے بھائیوں کے لئے دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں کوئی نہ کوئی چٹکی ایسی بھر دے گا جس کی تکلیف سے وہ جاگ اٹھیں گے اور یہی چٹکی ان کے لئے نعمت اور رحمت کا موجب بن جائے گی۔ بعض دفعہ یہ چٹکی دنیاوی صدموں کی صورت میں بھری جاتی ہے۔ بعض دفعہ کسی سوچ میں غرق ہوتے ہوتے اچانک دل میں یہ خیال اٹھ جاتا ہے کہ جو بھی بات ہو اس کا آغاز بھی دعاؤں سے ہی ہو گا اور اپنی دعاؤں سے پہلے اپنے بھائیوں کی دعاؤں سے ہو گا۔

پس ساری جماعت اپنے ایسے بھائیوں کے لئے دعا کرتی رہے اور اس سے غافل نہ رہے ۔ اگر وہ ان کے لئے دعا کریں گے تو مجھے کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو اور ان کے دوستوں کو وہی فیض پہنچائے گا جو وہ دوسروں کے لئے چاہتے ہیں۔ ان کے خوابیدہ دوست، ان کے خوابیدہ بچے ، ان کی نسلیں بھی جاگ اٹھیں گی اور ان کی توجہ بھی استغفار کی طرف ہوگی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ کے فضل کے ساتھ یہ بہترین نسخہ غفلت کا ہے ۔

"سابقہ غفلتوں اور سستیوں کی وجہ سے کوئی ابتلا بھی آجاوے تو راتوں کو اٹھ کر سجدے اور دعائیں کرے اور خدائے تعالیٰ کے حضور ایک سچی اور پاک تبدیلی کا وعدہ کرے"۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۲۱ پرچہ ۱۶/جون ۱۸۹۹ء)۔ یہ ہے اگر دعا قبول ہو جائے اور استغفار کی توفیق ملے تو یہ ہوا کرتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اور یہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۔ ۲۴/جنوری ۱۹۰۷ء سے اقتباس لیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ہماری جماعت کو چاہئے کہ راتوں کو رو رو کر دعائیں کریں۔ اس کا وعدہ ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ دعا سے مراد دنیا کی دعا ہے اور وہ دنیا کے کیڑے ہیں اس لئے اس سے پرے نہیں جاسکتے۔ اصل دعا دین ہی کی دعا ہے۔ لیکن یہ مت سمجھو کہ ہم گنہگار ہیں یہ دعا کیا ہو گی"۔ دین کے لئے دعا کرنے کے لئے اپنی ہمت کی کمر کس لو اور یہ نہ سمجھو کہ تمہاری کیا حیثیت ہے، تمہاری دعاؤں کی کیا حیثیت ہو گی جیسے تم بے حیثیت اسی طرح تمہاری دعائیں بھی بے حیثیت ہوں گی۔ یہ انکساری نہیں ایک غلط وہم ہے۔ **جو خدا کے لئے ، خدا کے دین کی خاطر دعائیں مانگتا ہے اس کی دعائیں معمولی دعائیں نہیں ہوا کرتیں۔**

فرماتے ہیں "یہ غلطی ہے بعض وقت انسان خطاؤں کے ساتھ ہی ان پر غالب آسکتا ہے اس لئے کہ اصل فطرت میں پاکیزگی ہے"۔ فطرت کے اندر جو خدا تعالیٰ نے چیز داخل فرمادی ہے وہ کبھی بدلا نہیں کرتی۔ وہ اگر اس سے انسان کام لینا چاہے تو وہ غالب آجاتی ہے۔ فرماتے ہیں "اصل فطرت میں پاکیزگی ہے۔ دیکھو پانی خواہ کیسا ہی گرم ہو لیکن وہ آگ پر ڈالا جاتا ہے تو بہر حال آگ کو بجھا دیتا ہے"۔ یعنی یہ تعجب کی بات ہے بظاہر آگ پانی سے بہت زیادہ گرم ہے چاہئے کہ آگ جلتی رہے اور پانی بجھ جائے، پانی ٹھنڈا ہو جائے۔ یہ الٹ بات ہے کہ ہلکی گرم چیز اپنے اوپر غالب گرمی کو غالب نہیں آنے دیتی، اس کے اوپر غالب آجاتی ہے اور یہ پانی کی ایک صفت ہے کہ اس کو کتنی ہی گرم دھات کے اوپر ہزار درجے تک پہنچی ہوئی چیز پر ڈالو گے وہ سُرن کر کے ٹھنڈی ہو جائے گی اور پانی اس کی گرمی نچوڑ دیتا ہے اور جذب کر لیتا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "اس لئے کہ فطرۃً برودت اس میں ہے۔ ٹھیک اسی طرح پر انسان کی فطرت میں پاکیزگی ہے۔ ہر ایک میں یہ مادہ موجود ہے وہ پاکیزگی کہیں نہیں گئی۔ اسی طرح تمہاری طبیعتوں میں خواہ کیسے ہی جذبات ہوں رو کر دعا کرو گے تو اللہ تعالیٰ دور کر دے گا"۔ پس تمہاری فطرت غالب آجائے گی، دنیا کی آگ تمہیں جلا نہیں سکے گی جیسے دنیا کی آگ خواہ کتنی ہی شدید ہو پانی کو جلا نہیں سکتی۔ ناممکن ہے کبھی آپ نے دنیا کی آگ سے پانی جلتا ہوا نہیں دیکھا ہو گا۔ فرمایا اگر اس حقیقت کو پہچان لو تو تمہاری فطرت صحیحہ اور فطرت طیبہ دنیا کی آگ کو ٹھنڈا کر دے گی اور دنیا کی آگ اسے جلا نہیں سکے گی۔ طریق اس کا کیا ہے، علاج کیا ہے، رو کر دعا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کیسے ہی جذبات ہوں طبیعتوں کی سختیاں اور اس کی گرمیاں دور فرمادے گا۔

تو آنکھ کے پانی سے علاج ضروری ہے لیکن مشکل یہی ہے کہ آنکھ کا پانی بھی تو نصیب نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ خالی آنکھوں سے دعائیں کرتے ہیں۔ ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں تکلف جائز ہے ورنہ ہر موقع پر بے تکلفی کی تعلیم ہے لیکن خدا کی خاطر بناوٹ سے رونا لانا پڑے تو بناوٹ سے رونا لاؤ یعنی نقالی کرو رونے میں۔ جس طرح لوگ روتے ہیں تم بھی اس طرح رونے کی کوشش کرو اور رفتہ رفتہ اس حالت پر اللہ کو رحم آئے گا اور آنکھ سے کچھ آنسوؤں کا پانی بھی بہہ جائے گا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیکچر سیالکوٹ کے دوران یہ فرمایا:

"دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے"۔ خدا اگر جان کی طرح نزدیک ہو جائے تو جہاں خدا ہے وہاں پاک تبدیلی کیوں نہ ہو گی تو اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ دعائیں تمہاری مقبول ہو رہی ہیں تمہارے اندر خدا داخل ہو رہا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ تمہاری فطرت تو مخالف فطرتوں پر غالب آجائے اور اللہ مخالف صفات پر غالب نہ آسکے۔ اگر وہ تمہارے دل میں اترا ہے تو تمہاری ناپاکی اور پلیدی کو وہ دل چھوڑنا پڑے گا۔ پس **اپنی دعائوں کی مقبولیت کی پہچان اپنی ذات میں تلاش کرو باہر ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تمہارے اندر پاک تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں تو لازماً یقین کر لو کہ خدا تمہارے دل میں اتر رہا ہے اور زیادہ سے زیادہ تمہاری**

زندگی کا حصہ بنتا چلا جا رہا ہے۔

اور اللہ کا اترنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عجیب رنگ سے بیان فرمایا ہے اور ایک عارف باللہ کے سوا ان مضامین کو کوئی دوسرا شخص بیان نہیں کر سکتا۔ صاحب تجربہ ہی ہے جو بیان کر سکتا ہے۔ فرمایا "اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے"۔ اب یہ فقرہ سنتے ہی انسان گھبرا جاتا ہے کہ خدا کیسے تبدیلی کرتا ہے۔ فوری طور پر جواب دیا "اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں"۔ تبدیل نہیں ہو سکتے۔ "مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلّی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی"۔ جس نے خدا کے لئے جتنی تبدیلی اپنی فطرتوں اور عادتوں میں پیدا کی اللہ تعالیٰ اسی نسبت سے اس پر اترتا ہے اور وہ خدا کو اسی حد تک دیکھ سکتا ہے جس حد تک اس نے خدا کو دیکھنے کے لئے اپنے آپ کو قابل بنایا ہے۔ پس اگرچہ خدا کی صفات میں تبدیلی نہیں لیکن اپنے بندے کے لئے اس کے کوزے کے مطابق، اس کے ظرف کے مطابق ڈھلتا چلا جاتا ہے۔

"گویا وہ اور خدا ہے۔ حالانکہ اور خدا کوئی نہیں"۔ اپنے اندر وہ خدا کو اس طرح بدلتے دیکھا ہے گویا ہر دفعہ ایک اور خدا پیدا ہو گیا حالانکہ اور خدا کوئی نہیں "مگر نئی تجلّی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے"۔ خدا تعالیٰ کی نئی نئی شان، نئے نئے رنگ میں اپنے بندوں پر خدا کو ظاہر کرتی ہے۔ "تب اس خاص تجلّی کی شان میں اس تبدیلی یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔ غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے"۔ لوگوں نے کیمیا کی تلاش میں اپنی دولتیں مٹی کر دیں اور کیمیا ان کے گھر میں موجود تھی۔، وہ دعا تھی۔ اس کے ذریعے ان کی خاک بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک سونا بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر قیمتی بن جایا کرتی ہے۔

پس فرمایا "غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے"۔ اب یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ مشت خاک کو سونا کر دیتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ پر جتنا غور کریں گے اتنا ہی حیرت میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔ کتنا پاکیزہ کلام ہے، کتنی احتیاط سے لفظوں کو چنا گیا ہے۔ اب میں نے اپنی روانی میں کیمیا کے متعلق یہ جانتے ہوئے کہ وہ سونا بناتی ہے یہی کہا تھا کہ وہ مٹی کو سونا کر دیتی ہے، انسانی مٹی کو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا۔ میں نے دوبارہ غور سے دیکھا ہے تو فرمایا وہ اکسیر ہے ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے یعنی خدا کا ایسا بندہ لوگوں کو سونا بنانے لگ جاتا ہے، خود اکسیر ہو جاتا ہے تو کیسی کیمیا گری ہے۔ دعا جیسی تو اور کوئی کیمیا گری نہیں کہ دعا کی کیمیا سے انسان کیمیا بن جاتا ہے اور وہ بنی نوع انسان کے لئے ایسے کام کر دکھاتا ہے کہ ان کی مٹی کو پھر سونا بنانے لگ جاتا ہے۔

پھر فرمایا "اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانۂ حضرت احدیت پر گرتی ہے"۔

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۳)

جماعت کے غلبہ کا آپ نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ انہی دعاؤں کے ذریعہ سے اور اسی کیمیا گری کے ذریعے سے فرمایا ہے اور یہ خدا کا وعدہ ہے جو لازماً پورا ہو کر رہے گا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے پورا ہوتا بھی چلا جا رہا ہے اور بھی پورا ہوگا لیکن ان باتوں پر آپ عمل کریں، ان نصیحتوں کو حرز جان بنالیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں تو خدا کے یہ وعدے بہر حال پورے ہونگے۔

اپنی جماعت کے ذکر پر آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے لئے یہ وعدہ فرمایا ہے "وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"۔ یہ وہی الفاظ ہیں جن سے حضرت مسیح علیہ السلام، سابقہ مسیح، کو خوشخبری دی گئی تھی کہ جن لوگوں نے تیری پیروی کی ہے قیامت تک وہ ان پر غالب رہیں گے جو تیرا انکار کریں گے، جنہوں نے تیری پیروی نہیں کی۔ تو جماعت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے انہی الفاظ میں وعدہ دیا ہے کہ تیرے متبعین قیامت تک غیروں پر غالب آتے رہیں گے۔ بعض دفعہ لوگوں کی تعلّیوں سے بعض لوگ گھبرا کر یہ سمجھتے ہیں کہ اوہو یہ تو کچھ اور ہو رہا ہے یہ تو غالب دوسرے آرہے ہیں۔ وہ ذرا بھی غور کریں تو حیران رہ جائیں گے کہ ہرگز غالب نہیں آئے، آپ غالب آئے ہیں اس لئے وہ اپنی آگ اپنے منہ سے پھونک رہے ہیں جو ان کو جلا رہی ہے۔ اگر آپ غالب نہ آتے تو اس قسم کی بیہودہ باتیں وہ کرتے ہی نہ۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "اور خدا کے وعدے سچے ہیں ابھی تو تخم ریزی ہو رہی ہے۔ ہمارے مخالف کیا چاہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا کیا منشاء ہے"۔ ان کے اَور ارادے ہیں خدا کے اِرادے اَور ہیں، وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں برخلاف شہریار۔ شہریار تو خدا ہے اور یہ کچھ ارادے لئے پھرتے ہیں ۔یہ تو ان کو بھی معلوم ہو سکتا ہے اگر وہ غور کریں کہ وہ اپنے ہر قسم کے منصوبوں اور چالوں میں ناکام اور نامراد رہتے ہیں۔ "اسی طرح پر آنحضرت ﷺ کے مخالف کیا چاہتے تھے۔ ان کا تو یہی مدعا اور مقصد تھا کہ اس جماعت کو نابود کر دیں مگر دیکھو انجام کیا ہوا"۔ فتح مکہ کس کو نصیب ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو۔ اور اس کو وہ فتح کہتے ہیں جو خدا کی طرف سے آیا کرتی ہے اور بعض لوگ ایسی باتوں سے گھبرا جاتے ہیں۔ ایک شخص ہے جس کا منہ پرانے جوتے کی طرح پھٹا ہوا ہے اور وہ پھٹ پھٹ کے بک بک کرتا رہتا ہے اور اسے اپنے آپ کو فاتح بنانے کا بڑا شوق ہے۔ اسی قسم کا ایک بدبخت قادیان کا آریہ ہوا کرتا تھا جو اپنے آپ کو فاتح قادیان کہا کرتا تھا۔ وہ کہاں گیا؟ خاک میں مل گیا۔ اس کا نام و نشان، اس کی نسلوں کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ اکثر ایسے لوگ وہ آریہ اس زمانے کے طاعون کا شکار ہو گئے۔ اب قادیان دیکھو کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ تو فتح محض نام سے نہیں ہوا کرتی۔ کوئی آدمی اپنا نام رکھ دے میں فاتح ہوں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

فاتح ایسا ہو جیسے محمد رسول اللہ فاتح ہوئے۔ مکّہ کو فتح کیا، مکہ کے دل فتح کر لئے۔ اب جو فاتح ربوہ بنا پھرتا ہے اس کی کیا فتح ہے کہ ایک دل بھی نہیں جیت سکا بلکہ ہر دل کی لعنت اپنے اوپر پڑوائی ہے۔ جتنی بڑ کیں مارتا ہے اتنی ہی اہلِ ربوہ کے دل اس پر لعنت ڈالتے ہیں۔ یہ فاتح ہے، یہ تو قادیان کا آریہ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کو فتح سے کیا غرض ہے۔ **فتح وہ جو دلوں کی فتح ہوا کرتی ہے** ۔ اور اللہ تعالیٰ اس بدبخت کے منہ سے نکلے ہوئے کلام کے مقابل پر تمام احمدیوں کو فاتح بنا رہا ہے۔ **کوئی ملک ایسانہیں جہاں فتوحات پہلے سے زیادہ بڑھ کر نہیں ہوتی چلی جارہیں۔** دیکھو اس کو فاتح کہتے ہیں۔ **ہم دنیاپر کسی ہتھیار سے غالب نہیں آ رہے ، کسی جبری قانون سے غالب نہیں آ رہے ۔ ایک بھی جگہ جبر کا قانون ہماری تائید میں نہیں ہے۔ ہرجگہ ہماری دعائیں ہماری تائید کر رہی ہیں اور ہماری فتح دلوں کی فتح ہے۔ ورنہ جبر تو مخالف ہے صرف پاکستان کاقصہ نہیں ہر جگہ جبر ہمارے مخالف ہے اس کی مخالفتیں توڑتے ہوئے ، نامراد کرتے ہوئے احمدیت خدا تعالیٰ کے فضل سے آگے سے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے** ۔ اس کو فتح کہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ جو ان کی مخالفت ہے اس سے گھبراؤ نہیں یہ تو جس طرح رُوڑی یعنی کھاد، غلاظتیں ڈالی جاتی ہیں کھیت میں تو پاکیزہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں یہ تو تمہاری رُوڑیاں ہیں۔ پنجابی میں رُوڑی کہتے ہیں بڑا اچھا لفظ ہے۔ وہ گند بلا جو بھی انسانی فُضلہ ہو یا جانوروں کا فُضلہ ہو وہ اکٹھا ہو جائے کتنی غلیظ چیز ہے۔ اس سے بدبو آتی ہے۔ آپ لوگوں کو بھی ایسے مولویوں سے بڑی بدبو آتی ہو گی مجھے یقین ہے کہ ناک پہ کپڑا رکھ کے گزرتے ہونگے لیکن اللہ نے ان کو جماعت کی جڑوں میں رُوڑی بنا کے ڈال دیا ہے۔ کیسے کیسے پاکیزہ پھل لگ رہے ہیں اس میں سے۔ پھول پھل رنگا رنگ کی خوشبوئیں اٹھ رہی ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "اگر اس اعجاز کامیابی کو جو ہمارے نبی کو حاصل ہوئی ابو جہل اِس وقت دیکھے تو اس کو پتہ لگے" کہ کیا کر بیٹھا ہے اپنے لئے۔ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار بیٹھا۔ اس کی بدبختی کے نتیجہ میں اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس سے بہت زیادہ فتوحات عطا کیں جتنی فتوحات روکنے کی کوشش کی تھی۔ "یہی معاملہ یہاں ہے اگر یہ مخالف نہ ہوتے تو ایسی اعجازی ترقی یہاں بھی نہ ہوتی"۔ مخالفتوں کے ساتھ ہمیں رہنا ہے بہر حال، ان پر غالب آنا ہمارا مقدر بن چکا ہے۔" یعنی اس ترقی میں اعجازی رنگ نہ رہتا کیونکہ اعجاز تو مقابلہ اور مخالفت ہی سے چمکتا ہے۔ ایک طرف تو ہمارے مخالفوں کی یہ کوششیں ہیں کہ وہ ہم کو نابود کر دیں۔ ہمارا اسلام تک نہیں لیتے اور غائبانہ ذکر بھی نفرت سے کرتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ حیرت انگیز طریق پر اس جماعت کو بڑھا رہا ہے۔ یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے۔ کیا یہ ہمارا فعل ہے یا ہماری جماعت کا؟ نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک فعل ہے جس کی تہہ اور سرّ کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اب ان کو کس قدر تعجب ہوتا ہوگا کہ چند سال پہلے جس جماعت کو بالکل کمزور اور ذلیل اور ضعیف سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ چند آدمی شامل ہیں اب اس کا شمار ایک لاکھ سے بھی بڑھ گیا ہے اور کوئی دن نہیں جاتا کہ بذریعہ خطوط اور خود حاضر ہو کر لوگ اس سلسلے میں داخل نہیں ہوتے"۔

"اور کوئی دن نہیں جاتا کہ بذریعہ خطوط اور خود حاضر ہو کر لوگ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوتے"۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ان کا کام نہیں، خود داخل نہیں ہوتے "یہ خدا کا کام ہے"۔ وہ کشاں کشاں مجبور چلے آرہے ہیں "اور اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں"۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰ صفحہ ۷،۸۔ مورخہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۰۲ء)۔ اللہ کے عجیب کام ہیں۔ پس وہ ایک لاکھ کا زمانہ تھا اب یہ فاتح دیکھیں کہ یہی سال ان کے سینوں کو آگ لگا دے گا کیونکہ **میں کامل یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ انشاء اللہ، انشاء اللہ یہ سال ختم ہونے سے پہلے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک ہی سال میں جماعت احمدیہ میں ایک کروڑ احمدی داخل ہو چکے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔**

ایک دو اقتباسات اور ہیں ابھی وقت بھی ہے ویسے بھی میں نے یعنی اگرچہ تکلف سے کھینچا نہیں مگر اتفاقاً یہ تقریباً ایک گھنٹے ہی کا خطبہ بن گیا ہے۔ فرماتے ہیں "یقیناً یاد رکھو کہ خدا اپنے بندے کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور ہرگز نہیں اٹھائے گا جب تک اس کے ہاتھ سے وہ باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کے لئے وہ آیا ہے۔ اسے کسی کی خصومت اور کسی کی بددعا کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی"۔ (خط مولوی عبدالکریم صاحب ۲۳/جون ۱۸۹۹ء مندرجہ الحکم جلد ۳ نمبر ۲۲ صفحہ ۷)

پھر آپ نے فرمایا "اگر دعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خداشناسی کے بارے میں حق الیقین تک نہ پہنچ سکتا۔ دعا سے ہم خدا تعالیٰ سے کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے"۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲۔ پرچہ ۲۳/جنوری ۱۸۹۹ء)